تحریر

گلفام صادق
ٹھاکردواروی

کلام صادق

گلفام صادق ٹھاکردواروی

انتساب

ان لوگوں کے نام جنھوں نے انتہائی سخت، پر آشوب، اور ناسازگار دور میں بھی میرے حامی و ناصر ہو کر مجھے اپنے سینے سے لگائے رکھا۔۔۔

نام کتاب ... کلام صادق
مصنف و مرتب ... گلفام صادق
اشاعت اول ... 4 صفر المظفر مطابق 1 ستمبر 2022
صفحات 36
کمپیوٹر کمپوزنگ ... گلفام صادق

پتہ

گلفام صادق ٹھاکردواری (ضلع مرادآباد یوپی)
رابطہ-- 9927905504

نوٹ

محبان ادب سے گزارش اس کتاب کا خود بھی مطالعہ کریں اور آگے بھی شیئر کریں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ حق سے روشناس ہو سکیں...

فہرست

جن کے سینوں میں نہ ہو یادِ خدا تھوڑی سی
جھیل سکتے نہیں وہ ضربِ جفا تھوڑی سی

مجرم عشق بڑا ہوں میں چلو مان لیا
شامل حال ہے ان کی بھی ادا تھوڑی سی

مفلسی گھیرے ہوئے ہے مجھے اک مدت سے
میرے حق میں بھی کریں آپ دعا تھوڑی سی

عاجزی پاؤں سے لیکر نہ تلاشو سر تک
میں بھی انسان ہوں مجھ میں ہے انا تھوڑی سی

جیتے جی ان سے نہ میں ترک تعلق کرتا
ان ہوتی جو مرے دوست وفا تھوڑی سی

ایک عرصہ سے خزاں کا ہے قیام پیہم
اب تو گلشن کی مرے بدلے فضا تھوڑی سی

تندرستی مجھے حاصل ہو یقین صادق
ان کے دامن کی میں پاؤں جو ہوا تھوڑی سی
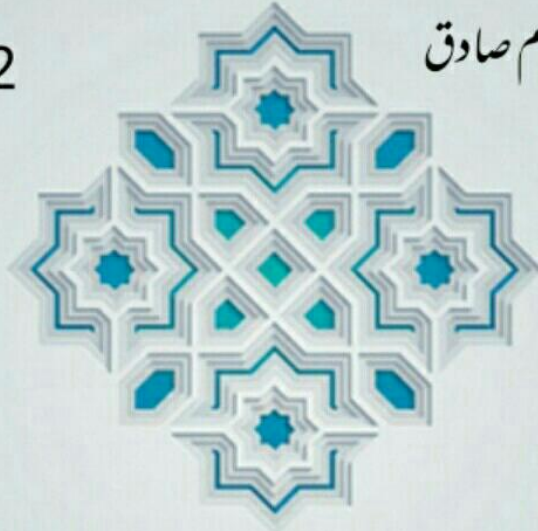
آپ کے جانے پہ کیا گزر گی سوچا بھی نہیں
آپ کو میں نے ابھی جی بھر کے دیکھا بھی نہیں

جستجوئے یار نے لا کر کہاں چھوڑا مجھے
آگے جانے کے لیئے جس جاں اجالا بھی نہیں

جن کے دروازے پہ کل لٹتے تھے لنگر صبح شام
آج ان کے جسم پر صد حیف کپڑا بھی نہیں

چھا گئی دیوانگی کچھ اس طرح دل پر مرے
یاد بھی ان کی نہ آئی اور میں بھولا بھی نہیں

نام میرا بھی دغا بازوں میں شامل کر دیا
کیا حقیقت ہے یہ اس نے جانچا پر کھا بھی نہیں

ہے کسی کے پاس لذت سے بھری عمدہ غذا
اور کسی کے پاس اک روٹی کا ٹکڑا بھی نہیں

وہ بدلنے کو چلے اب قوم کی تقدیر کو
جن پہ خاص و عام کو تھوڑا بھروسا بھی نہیں

ہمسری ہو آپ کی یہ کیسے ممکن ہے بھلا
آپ ٹھہرے اک سمندر اور میں قطرہ بھی نہیں

خوف حق صادق مرے دل میں بسا جس روز سے
ہوں تن تنہا مگر دنیا سے ڈرتا بھی نہیں
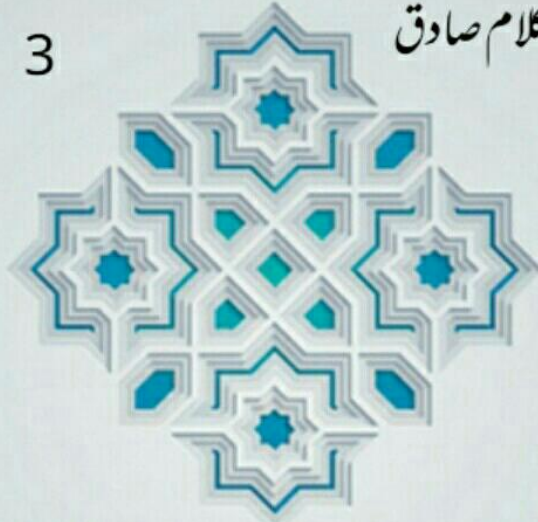
گھٹ کے مرجائے تعاسب پیار پن زندہ رہے
رسم الفت عام ہوایسا چلن زندہ رہے

مرتے مرتے اک سپاہی نے کہا میرے خدا
لاکھ میں مرجاؤں پر میرا وطن زندہ رہے

خود ہی دشمن ہوگیا انسان جب انسان کا
کس طرح انسانیت کا پھر چلن زندہ رہے

مفلسی تیرا رہا مجھ پہ ہمیشہ یہ کرم
دل کے ارماں دل ہی میں اوڑھے کفن زندہ رہے

رابطہ تجھ سے رکھا تیرے دغا دینے کے بعد
تاکہ تیری بے رُخی بن کے چبھن زندہ رہے

اس کو خون دل سے سینچا ہے بزرگوں نے مرے
یاالٰہی یہ محبت کا چمن زندہ رہے

بے رُخی پر بھی تری کرتا ہے صادق یہ دعا
زیست میں تیری سکوں اے گلبدن زندہ رہے

کہہ دیا جب نہ ملا کوئی بہانا شاید
رازِ دل کھل گیا اس غم سے وہ رویا شاید

بے رُخی سے وہ گزرتے ہیں میری جانب سے
ہو گیا ان کے لئے اب میں پرایا شاید

آشنا درد سے ہونا تھا بہر حال ہمیں
تو نہ دیتا تو یہ غم اور سے ملتا شاید

ٹوٹتا آدمی کیسے ہے تمہیں کیا معلوم
تم نے دیکھا ہی نہیں درد کا لمحہ شاید

زخم دل کے ہیں منور مرے جو تونے دیئے
اس لئے ہوتا نہیں دل میں اندھیرا شاید

تنہا کر دے گی یہ عادت اسے سچ کہنے کی
چھوڑ دے گی یہ اسے جھونٹ کی دنیا شاید

کیا کہا تم نے کہ میں بھی ہوں ہنسی تم جیسا
آئینہ غور سے تم نے نہیں دیکھا شاید

پھول ہی ہاتھ لگیں ہاتھ میں کانٹے نہ چبھیں
پوری ہوگی نہ کبھی ان کی تمنا شاید

وقتِ فرصت میں کبھی رو بھی لیا کر صادق
کام آجائے کسی روز یہ رونا شاید

گو ابتدا تو کی تھی محبت کے نام سے
بو آ رہی تھی بغض کی ان کے کلام سے

ہونے چلی ہے رات کچھ اس کی خبر نہیں
میں منتظر ہوں جس کے لئے اہتمام سے

اے دوست جرم تیرا چھپانے کے واسطے
منصوب خود کو کر لیا قاتل کے نام سے

ابلیس کے غرور کا انجام یہ ہوا
اک پل میں نیچے آ گیا اعلیٰ مقام سے

صادق نہ فالتو کے جھمیلوں میں تم پڑو
بہتر یہی ہے کام رکھو اپنے کام سے

اتنی خطا پر وقت نے میرے ہاتھوں میں کشکول دیا
الفت کے میزان میں میں نے اپنا سب کچھ تول دیا
جینے کی خواہش کچھ نہ رہی مرنے کی تمنا جاگ اٹھی
میں اپنا فسانہ بھول گیا جب اس نے پرایا بول دیا
ہے طرز تخاطب کتنی عجب انداز بیاں ہے کتنا حسیں
وہ جھوٹ بھی ایسا بولے ہے لگتا ہے ہمیں سچ بول
دیا
بستر پہ بدن در پہ ہے نظر دل میں ہے تمنا ملنے کی
اس جانے والے نے کتنا تحفہ مجھ کو انمول دیا
کیا اس سے کہوں کیا اس کی سنوں کیسے میں بھروسہ اس
پہ کروں
جس نے نہ کبھی سمجھا ہے مجھے نہ بات کو میری مول دیا
وعدہ بھی کیا تھا جینے کا کھائی تھی قسم سنگ مرنے کی
کیا حال ہوا کیا بات ہوئی وش نفرت والا گھول دیا
کیا تم کو بتاؤں اے صادق کیا کیا ہے دیا اس الفت
نے
آنکھوں میں نمی ہونٹوں پہ فغاں یہ جینے کا ماحول دیا

تیری خوشیوں کو اپنی خوشی مان کر
جی رہا ہوں تجھے زندگی مان کر

ظلم ڈھانے کی مجھ پہ نہ تم سوچنا
عاجزی کو مری بزدلی مان کر

آج تک میں خسارے میں ہوں دوستو
بات دیکھی تھی ان کی کبھی مان کر

در حقیقت یہ ہے آپ بیتی میری
جس کو پڑھتے ہو تم شاعری مان کر

چل رہے ہیں مسلسل رہ زیست میں
ہم اندھیروں کو بھی روشنی مان کر

تیری سازش کے میں جال میں پھنس گیا
دشمنی کو تری دوستی مان کر

دیکھو صادق بھی رنجیدہ رہنے لگا
دل لگی کو ہی دل کی لگی مان کر

کیا ظلم و ستم شاید یہ اپنی ذات پر میں نے
وہ میرے سامنے آئے نہ دیکھا اک نظر میں نے
بھلانے کی ہر اک کوشش بڑھا دیتی ہے بےچینی
سکوں مل جائے گا سوچا تھا تجھ بھول کر میں نے
محبت کا مری اے دوست اندازہ اسی سے کر
تجھے پایا ہے جان و دل کو اپنے ہار کر میں نے
میں اک عرصہ سے یوں تو کر رہا ہوں شاعری لیکن
غزل کیا ہے یہ سمجھا ہے تجھے ہی دیکھ کر میں نے
نظر پڑتے ہی جس کی دور ہو جاتی ہے بیماری
سوا ان کے نہیں دیکھا ہے ایسا چارہ گر میں نے
یہ میری زندگی کی سب سے بھاری بھول تھی شاید
کیا جو منتخب اک سرپھرے کو راہبر میں نے
زمانے کی ہیں خوشیاں عارضی یہ سوچ کر صادق
بنایا ہے غم دوراں کو اپنا ہمسفر میں نے

گفتار پر کمال کا مظہر سا ہو گیا
دل جب سے تیرے پیار کا پیکر سا ہو گیا

اے دوست تیرے در کی غلامی جسے ملی
ادنا فقیر بھی تو سکندر سا ہو گیا

گھر گھر سوال کرتا ہوا ووٹ کے لئے
اک شہر کا رئیس گداگر سا ہو گیا

چہرے سے کیا نقاب اٹھایا مرے حضور
بے نور میرا گھر بھی منور سا ہو گیا

بے چین ایسا ہو گیا شہروں کی بھیڑ سے
جنگل بھی اب ہمارے لئے گھر سا ہو گیا

کتنا عجیب تر مری قسمت کا حال ہے
جس دل سے دل لگا وہی پتھر سا ہو گیا

صادق یہ ہم نے دیکھا برے وقت کا عذاب
ہر مہربان بھی تو سکندر سا ہو گیا
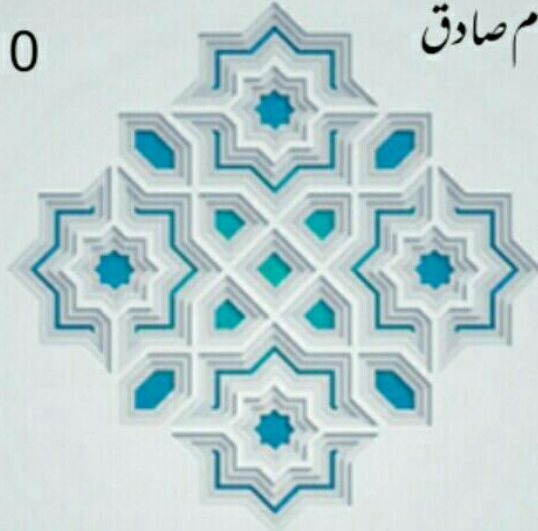
اندھی جہالتوں کی گفا سے نکل گئی
جس کی حیات علم کے سانچے میں ڈھل گئی

اس کے کرم کی مجھ پہ نظر جب سے ہے پڑی
میری غم حیات کا نقشہ بدل گئی

تا عمر تیرے عشق میں گھائل ہی وہ رہا
شمشیر بن کے تیری نظر جس پہ چل گئی

رکنے کا شب میں اس نے جو انکار کر دیا
جو بھی خوشی تھی غم کے وہ سانچے میں ڈھل گئی

مایوسیوں کا دل پہ تھا پہرا لگا ہوا
جب تیری یاد آئی تو دنیا بدل گئی

جب سے ہوئے ہیں بغض و حسد کے شکار ہم
انسانیت کی تب سے ہی صورت بدل گئی

جب راز بے وفائی کا اس کی عیاں ہوا
خواہش تھی اس کو پانے کی دل سے نکل گئی

ماں کی دعا نے ایسا اثر مجھ پہ ہے کیا
جو بھی بلا تھی سر پہ مرے سر سے ٹل گئی

جب سے ہوا ہے آپ سے صادق کا رابطہ
بے نور زندگی تھی مری پھول پھل گئی

مجھ سے الگ ہوا وہ اسے اختیار تھا
لیکن یہ سچ ہے مجھ کو بہت اس سے پیار تھا
میرے خلاف جس نے کیا پہلا وار تھا
کہنے کو میرا بھائی تھا وہ میرا یار تھا
جب تک حسد سے پاک رہے سب کے ذہن و
قلب
ماحول میرے گھر کا بڑا خوش گوار تھا
دام فریب میں تھا میں جس کے پھنسا ہوا
باطن میں تھا حریف وہ ظاہر میں یار تھا
یوں تو مجھے نہ تھی ترے آنے کی کچھ امید
پھر بھی دل حزیں کو ترا انتظار تھا
ایسے بھی ایک دور سے گزری ہے زندگی
قربان تھا میں اس پہ وہ مجھ پہ نثار تھا
صادق جفا کے تیر چلانے لگے وہی
جن کی وفا پہ مجھ کو بڑا اعتبار تھا

سبق وہ عشق کا مجھ کو پڑھا کے چھوڑ گیا
عجیب شخص تھا جینا سکھا کے چھوڑ گیا
وہ دور تھا تو یہ کہتا تھا پیار ہے تم سے
نہ جانے کیوں مرے نزدیک آ کے چھوڑ گیا
اسے یہ ضد تھی کہ اپنا بنا کے چھوڑوں گا
یہی ہوا بھی کہ اپنا بنا کے چھوڑ گیا
وہ کر کے وعدے میرے ساتھ جینے مرنے کے
جفا کے زخم وہ دل پر لگا کے چھوڑ گیا
غموں نے بڑھ کے گلے سے لگا لیا مجھ کو
خوشی کا دور تو دو پل ہنسا کے چھوڑ گیا
سمجھ کے جان وفا جس کو دل دیا صادق
وہ مجھ کو خون کے آنسوں رلا کے چھوڑ گیا

جب سے دل میں تجھے بسایا ہے
دل نے میرے سکون پایا ہے

ابر دل پہ غموں کا چھایا ہے
تو نے جب سے مجھے بھلایا ہے

جا بجا ہو گئی ہے رسوائی
الفتوں کا صلہ یہ پایا ہے

بند آنکھوں کو کر کے جب دیکھا
عکس تیرا ہی نظر آیا ہے

دل پہ قابو نہیں رہا اس کو
غیروں کے درمیاں جو پایا ہے

تیری چنچل اداؤں سے ہم دم
پیار کا کیف دل پہ چھایا ہے

دل مقید ہے پیار میں جس کے
اس نے دل سے مجھے بھلایا ہے

حسن پہ شیدا جو ہوا صادق
اس کو کچھ بھی نظر نہ آیا ہے

پیار ان سے ہے یہ اظہار نہیں کر پائے
سامنے ان کے ہم اقرار نہیں کر پائے

کرایا مجھ کو گرفتار لگا کر الزام
مجھ کو ثابت وہ خطاوار نہیں کر پائے

سازشیں میری تباہی کی بہت کیں لیکن
کچھ بھی دشمن کے طرف دار نہیں کر پائے

جان مانگی جو انھوں نے تو خوشی سے دے دی
دوستوں ان کو ہم انکار نہیں کر پائے

تھپتھپا دیتے کمر میری غم دوراں میں
کام اتنا مرے غم خوار نہیں کر پائے

جہل کی گود میں سوئے ہوئے انسانوں کو
یہ ہے افسوس کہ بیدار نہیں کر پائے

زندگی بھر ہمیں افسوس رہے گا صادق
جتنا کرنا تھا انہیں پیار نہیں کر پائے

دل کے ارمان رخ بدلتے ہیں

جب بھی وہ ساتھ ساتھ چلتے ہیں

روز تنہائی کے اندھیرے میں

ان کی یادوں کے دیپ جلتے ہیں

جانے کیوں یہ خوشی کے پل میرے

دشمنوں کی نظر میں کھلتے ہیں

لب تو مثل گلاب ہیں ان کے

لفظ جیسے کے تیر چلتے ہیں

ان کے وعدے پہ کیا یقین کروں

رنگ گرگٹ سا وہ بدلتے ہیں

کامیابی انھیں ہی ملتی ہے

لوگ جو گر کے خود سنبھلتے ہیں

کس پہ صادق کریں بھروسہ ہم

دوست دشمن سی چال چلتے ہیں

اس طرح ہر راستہ تیار ہونا چاہیۓ
دلدلیں پتھر نہ کوئی خار ہونا چاہیۓ

جو برائی کی طرف جانے سے مجھ کو روک لے
زندگی میں ایسا کوئی یار ہونا چاہیۓ

دشمنوں کو پل میں جو اپنا بنا لیں ہمنوا
اتنا اچھا آپ کا کردار ہونا چاہیۓ

اک نظر جلوہ دکھا کر ڈال لینا پھر نقاب
یہ ستم مجھ پہ صنم سو بار ہونا چاہیۓ

آپ سے لڑنے کو میں تیار ہوں لیکن حضور
ہاتھ میں میرے بھی اک تلوار ہونا چاہیۓ

جو ادا کرنے سے قاصر ہو رعایا کے حقوق
ملک میں ہرگز نہ وہ سرکار ہونا چاہیۓ

بے حیائی کو زمانے سے مٹانے کے لئے
خواب غفلت سے ہمیں بیدار ہونا چاہیۓ

ہنستے ہنستے دار پہ جانے کو آمادہ ہیں ہم
شرط یہ ہے آپ کا دیدار ہونا چاہیۓ

صدق دل سے چاہتے ہو ان کو صادق تم بہت
سامنے ان کے بھی یہ اظہار ہونا چاہیۓ

عزم محکم کے ساتھ اگر جاؤں
میں ہر اک راہ سے گزر جاؤں

وہ بلائیں تو دوڑ کر جاؤں
راستے ہی میں چاہے مر جاؤں

مجھ میں یا رب وہ وصف پیدا کر
لوگ تیرا کہیں جدھر جاؤں

سامنے ان کے کیا بساط مری
لاکھ میں بن کے باہنر جاؤں

آپ کے در کا ہوں میں پروردہ
چھوڑ کر آپ کو کدھر جاؤں

بعد مرنے کے لوگ یاد کریں
کوئی تو کام ایسا کر جاؤں

ضربِ غم سے اک آئینہ کی طرح
غیر ممکن ہے میں بکھر جاؤں

ایسا اخلاق ہو مرا صادق
دل میں دشمن کے بھی اتر جاؤں

یہ کس خطا کی ملی ہے سزا نہیں معلوم
ہوا ہے دوست مرا کیوں خفا نہیں معلوم

وفا کے نام پہ دے دونگا سر وہ کہتا تھا
پھر اس نے کی ہے کیوں مجھ سے دغا نہیں معلوم

ہوئی ہے مجھ سے خطا ان سے دل لگانے کی
ملیگی اس کی مجھے کیا سزا نہیں معلوم

حلیف بن کے جو آئے تھے جشن دن پہ مرے
ہے ان میں کون مخالف مرا نہیں معلوم

وہ ہنس رہا ہے سر بزم عادتاً لیکن
ہے درد سینے میں کتنا چھپا نہیں معلوم

بنا دیا ہے وہ رنج والم نے حال مرا
میں کون ہوں مجھے اپنا پتا نہیں معلوم

کیا تھا یاد تجھے دل ہی دل میں مینے تو
چلا یہ اوروں کو کیسے پتا نہیں معلوم

بکھر کے رہ گیا ان سے بچھڑ کے میں صادق
اثر کیا قلب پہ ان کے ہوا نہیں معلوم

ذرا سی بھول ہر لمحہ خوشی کا چھین لیتی ہے

کہ جیسے حرص زر مفلس کا حصہ چھین لیتی ہے

پھٹا آنچل سہی ہوتا تو ہے سر پر غریبی میں

امیری بیٹی کے سر سے دوپٹہ چھین لیتی ہے

تمہاری یاد جب بھی عالم فرقت میں آتی ہے

سکوں دل کا مری آنکھوں کا سپنا چھین لیتی ہے

سبھی سے ہو کے خوش اور مسکرا کر گفتگو کرنا

یہ عادت نفرتوں والا اندھیرا چھین لیتی ہے

پکڑ کر کھیلنے کی جستجو اوباش بچوں میں

شجر پر تتلیوں کا آنا جانا چھین لیتی ہے

جو ناحق فیصلے کرتا ہے منصف زر کے لالچ میں

یہ حرکت اصل میں ایمان اس کا چھین لیتی ہے

کہا جاتا ہے. جس کو وقت کی گردش زمانے میں

اچانک منہ سے انساں کے نوالا چھین لیتی ہے

سکون دل متاع و مال و زر ہوش و خرد صادق

محبت کیا بتائیں ہم سے کیا کیا چھین لیتی ہے

میری الفت کا اگر تجھ پہ اثر ہو جائے گا
عشق میں بدنام ہونا کارگر ہو جائے گا

ہر نظارہ کرب کا راحت اثر ہو جائے گا
آپ کی چشمِ کرم کا رخ جدھر ہو جائے گا

تیری یادوں کا گزر یوں ہی اگر ہوتا رہا
پھر یقین میرا دل جنت سا گھر ہو جائے گا

یوں تو میرا اشک پانی کے سوا کچھ بھی نہیں
آپ کا دامن اگر چھو لے گوہر ہو جائے گا

سوتے سوتے بھی جو مجھ کو دیکھتا تھا خواب میں
کیا خبر تھی مجھ سے وہ بھی بے خبر ہو جائے گا

کاش یہ رکھے نگاہیں اپنے قول و فعل پر
آدمی نامعتبر بھی معتبر ہو جائے گا

کس کو تھی صادق خبر کے حرص زر میں آدمی
آدمیت چھوڑ دیگا جانور ہو جائے گا

کاش کچھ ایسی محبت ہو ہماری آپ کی
جیسے ہے بے لوث بھنوروں سے گلوں کی دوستی

آدمیت کس میں ہے یہ تو بتائے گا عمل
دیکھنے میں تو نظر آتے ہیں ہم سب آدمی

صرف اور صرف اس کے ہی در پر جھکے میری جبیں
جس نے دے کر راہ حق سب دور کر دی گمرہی

دور جاری ہے ترقی کا زمانے میں مگر
کیوں پریشاں حال ہیں اے کاش ہم سوچیں کبھی

حسنِ اصلی سے مزین تھے وہ دن رخصت ہوئے
اب حسینوں کے ہے رخ پر صرف حسن عارضی

نعمتیں بخشیں ہیں جس نے فضل سے اپنے تمام
بھول بیٹھا کس لئے اس رب کو اپنے آدمی

لے رہی ہے کروٹیں دل میں مرے یہ آرزو
مجھ کو وہ اپنا سمجھ لیں خواہ دشمن ہی سہی

زندگی کا کوئی پل صادق نہ غفلت میں کٹے
ہے یقینی ایک دن دنیا سے تیری واپسی

بظاہر تو شکوے گلے سب مٹے ہیں
دلوں میں مگر آج بھی فاصلے ہیں

مرے دل میں آپ آ کے جب سے بسے ہیں
مرے غم خوشی میں بدلنے لگے ہیں

کرم کچھ نہ کچھ دوستوں کے ہوئے ہیں
یہ جو میری پلکوں پہ آنسوں سجے ہیں

کبھی چاند جیسا جو کہتا تھا ہم کو
اب اس کے لئے کیوں اندھیرے ہوئے ہیں

بہاروں کی رت یہ پہاڑوں کے منظر
ترے بن مجھے سونے لگنے لگے ہیں

برا وقت آیا تو دیکھا یہ میں نے
مرے اپنے بھی غیر سے بن گئے ہیں

جو جھوٹے ہیں اچھے ہیں نظروں میں سب کی
جو سچ بولتے ہیں وہ سب کے برے ہیں

غرض کیا کسی کی ترقی سے ہم کو
ہمیں دیکھنا ہے کہاں ہم کھڑے ہیں

لبوں کی ہنسی سب نے دیکھی ہے صادق
نہ دیکھے جو غم میرے دل میں چھپے ہیں

مجھے چھوڑ کر دور جانے کی کوشش
نہ کر میرے دل کو دکھانے کی کوشش

حیا اور غیرت کا دم گھوٹ دیگی
یہ عورت کو باہر گھمانے کی کوشش

بیاں کر گئے میری آنکھوں کے آنسوں
جو کی میں نے غم کو چھپانے کی کوشش

سکوں قلب کا چھین لیتی ہے میرے
تجھے اپنے دل سے بھلانے کی کوشش

گرادے نہ اپنوں کی نظروں سے تجھ کو
بڑا خود کو سب سے بنانے کوشش

کہیں تجھ کو صادق نہ برباد کر دے
زمانے سے دل کو لگانے کی کوشش

ہوتے ہیں الگ سب کے ارمان یہاں دیکھا
اپنوں سے ہی اپنے ہیں انجان یہاں دیکھا

مردار تھا دل جس کا ہر چیز دکھاوے کی
وہ چلتا ہوا جسم بے جان یہاں دیکھا

محفل میں حسیں یوں تو حاضر ہیں بہت لیکن
بن آپ کے محفل کو ویران یہاں دیکھا

جو رب حقیقی ہے بیزار ہیں لوگ اس سے
پتھر کو بنے ہم نے بھگوان یہاں دیکھا

رویا میں بہت صادق جب شاعر خستہ کا
بکتا ہوا ردی میں دیوان یہاں دیکھا

یہ عمل جنت میں اس کو بے خطر لے جائے گا
فکرِ عقبیٰ میں جو اپنی چشمِ تر لے جائے گا

ہم کو منزل کی طرف یا دربدر لے جائے گا
دیکھنے اب کس طرف یہ راہبر لے جائے گا

کر کے محنت سارا دن پھر لے کے اجرت اک
غریب
شام کو ساماں ضروری اپنے گھر لے جائے گا

غم کا مارا آئے گا جو آپ کی دہلیز پر
کچھ نہ کچھ ساماں سکوں کا اپنے گھر لے جائے گا

اپنے جسم و جان سے بڑھ کر جو چاہے گا مجھے
وہ مرے الزام سارے اپنے سر لے جائے گا

ان کے کونچیں سے نکلنے والا ہے وہ راستہ
مجھ کو جو عشق و محبت کے نگر لے جائے گا

تجھ سے وہ ناراض ہیں ان کو منانے کے لئے
کون سا تحفہ بتا تو ان کے گھر لے جائے

جان و دل سے ان کو بڑھ کر چاہتے ہیں ہم مگر
ان کا کہنا ہے کہ ان کو تاجور لے جائے گا

حوصلہ مضبوط رکھ صادق یقین ایک دن
سربلندی پر تجھے تیرا ہنر لے جائے گا

عیش کی چاہت میں پیہم رنج و غم پاتا رہا
پھر بھی تدبیریں بروئے کار میں لاتا

عمر بھر دلبر مرا اس طرح تڑپاتا رہا
پاس میں جتنا گیا دور اتنا وہ جاتا رہا

رہنما غائب ہوا جب قافلے کو چھوڑ کر
قافلہ بے رہنما کے ٹھوکریں کھاتا رہا

مجھ سے کر کے بے وفائی جا ملا وہ غیر سے
اب نہ اس ظالم سے میرا کوئی بھی ناتا رہا

وہ جلاتے ہی رہے مجھ کو جفا کی دھوپ میں
بن کے ابر عشق ان کے دل پہ میں چھاتا رہا

ذہن و دل میں اپنے رکھ کے فرقہ وارانہ حسد
بے سبب ہی ہم پہ وہ ظلم و ستم ڈھاتا رہا

لوٹ دنیا کے مزے تو ہو کے بے خوف و خطر
لمحہ لمحہ نفس میرا مجھ کو بہکاتا رہا

اب برا ہے وقت صادق عیب مجھ میں ہو گئے
وقت جب اچھا تھا میرا اس کو میں بھاتا رہا

مجھ سے نہ بچھڑ جانا مرے رابطے میں رہنا
تم بن کے میرا سایہ مرے دائرے میں رہنا

دو جسم ایک جاں ہم جب ہو گئے کبھی کے
ممکن نہیں ہمارا اب فاصلے میں رہنا

غم ہو خوشی ہو تم سے یہی میری التجا ہے
مرے ساتھ زندگی کے ہر راستے میں رہنا

رستہ بھٹک گیا تو آیا سمجھ میں اس دم
رہبر کا ہے ضروری ہر قافلے میں رہنا

زد میں نہ آئے غم کی رہے دور الجھنوں سے
ہر شخص چاہتا ہے ہر پل مزے میں رہنا

چھوٹوں سے شفقتیں کر تعظیم کر بڑوں کی
استاد نے سکھایا مجھے دائرے میں رہنا

یہ ذوق شاعری کا اردو ادب سے رغبت
یہ اگر نشا ہے صادق تو اسی نشے میں رہنا

کلام صادق 28

کوئی الزام کسی پر نہ لگایا جائے
اپنے دامن کا ہر اک داغ مٹایا جائے

روشنی کے لئے ہیں اور طریقے بھی بہت
یہ ضروری تو نہیں گھر ہی جلایا جائے

ذہن و دل ان کی تجلی سے مرے روشن ہیں
یہ بتاؤ انہیں پھر کیسے بھلایا جائے

آپ ہی آپ نظر آئیں جدھر بھی دیکھوں
اپنا دیوانہ مجھے ایسا بنایا جائے

نظر آجائے سیاہی انہیں اپنے رخ کی
آئینہ ان کو بھی اک بار دکھایا جائے

صرف ہیں آپ مرے خانۂ دل میں مہماں
آپ کو چیر کے دل کیسے دکھایا جائے

حسنِ یوسف بھی ہے جب ان کا ہی ادنا جلوہ
صادق ان جیسا حسیں کس کو بتایا جائے

زر کیا ہے جان دے کے بھی پورا کرینگے ہم
الفت میں جو آپ سے وعدہ کرینگے ہم

گزریگی جو بھی دل پہ وہ جھیلا کرینگے ہم
ان سے نہ بے وفائی کا شکوہ کرینگے ہم

سوچا نہ تھا کہ ہوگا ترے عشق میں یہ حال
ہر پل ترے ہی بارے میں سوچا کرینگے ہم

دل میں یہ سوچ کر ترا دیدار ہو نصیب
تیری گلی سے روز ہی گزرا کرینگے ہم

طے کر لیا ہے ہم نے کہ فانی جہان میں
جب تک جیئں گے آپ کا چرچا کرینگے ہم

ہم پر جناب آپ کی تعظیم فرض ہے
روٹھا کرینگے آپ منایا کرینگے ہم

تنہائیوں میں آپ کی یادوں کی اوس سے
ہر زخم عشق قلب کا تازہ کرینگے ہم

صادق ملینگے جب بھی ہمیں فرصتوں کے پل
شعروں میں حسن ان کا پرویا کرینگے ہم

ہے اذیتوں سے پر ہر قدم حیات کا
منتظر ہوں آپ کی چشمِ التفات کا

جس نے حق کے واسطے اپنا سر بھی دے دیا
ہے لب جہان پر ذکر اسی کی ذات کا

عاجزانہ گفتگو اس سے کرنا ہے عبث
بات سے نہ مانے گا بھوت ہے وہ لات کا

ختم ہونے والی ہے کائنات ایک دن
رک نہ پائے گا کبھی سلسلہ حیات کا

صبر و شکر سے مدد لے رہا ہو جو بشر
اس کا کیا بگاڑے گا دور مشکلات کا

کون سچا دوست ہے یہ بتا گئی مجھے
شکریہ ادا کروں گردش حیات کا

صادق اپنا مال کچھ راہ حق میں خرچ کر
تیرے کام آئیگا صدقہ تیرے ہاتھ کا

عزم محکم کے دیئے جو بھی جلا دیتا ہے
تیرگی زیست کی اپنی وہ مٹا دیتا ہے

اور بھی مجھ کو وہ دیوانہ بنا دیتا ہے
جب وہ رخسار سے زلفوں کو ہٹا دیتا ہے

لاکھ چاہتا ہے زمانہ یہ گرانا لیکن
بارہا اس کا کرم مجھ کو اٹھا دیتا ہے

بھیجتا خط میں ہے عنوان جدائی لکھ کر
اس کا یہ فعل مرے دل کو دکھا دیتا ہے

جب بھی ہوتی ہے مرے کوچیں میں اس کی آمد
پھول الفت کا مرے دل میں کھلا دیتا ہے

آج کے دور کے منصف کا ہے انصاف یہی
حق پرستوں کو صلیبوں پہ چڑھا دیتا ہے

شام کے وقت ترا چھت پہ سکھانا زلفیں
مرے جذبات کے شعلوں کو ہوا دیتا ہے

یہ مرے رب کا کرم ہی تو ہے مجھ پر صادق
سازشوں سے جو حریفوں کی بچا دیتا ہے

تو اگر حق کی حمایت میں کھڑا ہو جائے گا
یاد رکھ دار و رسن سے رابطہ ہو جائے گا

نفرتوں کا جب دلوں سے رابطہ ہو جائے گا
آدمی سے آدمی کا فاصلہ ہو جائے گا

آپ کو اللہ نے بخشا ہے وہ حسن و جمال
جو بھی دیکھے آپ کو وہ آپ کا ہو جائے گا

آپ سے کر کے محبت دل لگا کر آپ سے
کیا خبر تھی درد سے دل آشنا ہو جائے گا

آپ کی چاہت میں کھو کر ایسا لگتا ہے مجھے
آپ ہی کا ذکر میرا مشغلہ ہو جائے گا

رشتوں کی نظر اور جھوٹے گواہوں کے طفیل
آخرش قاتل عدالت سے رہا ہو جائے گا

نیک نیت حق پرستی اور بلند اخلاق سے
بلیقیں دشمن بھی تیرا ہمنوا ہو جائے گا

مجھ کو کیا معلوم تھا بس اک نظر ان کی طرف
مسکرا کر دیکھنا صادق سزا ہو جائے گا

ترے کرم سے وہ قائم نظام ہو یا رب
بلند میرے وطن کا مقام ہو یا رب

دھرم کے نام پہ باہم نہ کوئی جھگڑا ہو
خلوص سارے زمانے میں عام ہو یا رب

ہر ایک شخص ڈھلے عاجزی کے پیکر میں
تکبرات کا قصہ تمام ہو یا رب

وفا کے پھول کھلاؤ وطن کے گلشن میں
سکون بانٹنا بس میرا کام ہو یا رب

غزل کہوں کہ رباعی کہوں کہ نظم کہوں
ہر ایک شعر میں تیرا پیام ہو یا رب

کوئی نہ چھین سکے اب کبھی یہ آزادی
مرا وطن نہ کسی کا غلام ہو یا رب

یہ آرزو ہے کہ پیارے وطن میں صادق کے
سحر حسین ہو رنگین شام ہو یا رب

بنایا جس نے بھی خود کو عوام کا شاعر
نظر میں اہل جہاں کی ہے وہ بڑا شاعر
نہ حسن و عشق کے اشعار گنگنا شاعر
خلاف ظلم کے اپنا قلم اٹھا شاعر
تجھے مٹانی ہیں تاریکیاں جہالت کی
ادب کی شمع یہی سوچ کر جلا شاعر
نہ ظالموں کی حمایت میں شاعری کرنا
بھلے ہی تن سے ہو یہ سر ترا جدا شاعر
سخنوری کا تجھے فن خدا نے بخشا ہے
سخن کے پھول زمانے میں تو کھلا شاعر
کرے عوام کے جو مسئلوں کی عکاسی
مشاعرہ میں غزل ایسی تو سنا شاعر
سر آنکھوں پر تجھے مفلس بٹھائیں گے صادق
اے کاش تُو بنے مفلس عوام کا شاعر

کلام صادق 35

بہہ رہی ہیں نفرتیں ہی ہر رگِ شریان میں
ڈھونڈنا ہے اب عبث انسانیت انسان میں

کیسے اس کو بھول جاؤں یہ نہیں امکان میں
مدتوں سے قید ہوں میں عشق کے زندان میں

چل رہے ہیں آپ بھی اس کی دکھائی راہ پر
فرق کیا ہے پھر بتائیں آپ اور شیطان میں

دشمنانِ حق نے چھوڑا بزدلی کا یہ ثبوت
الٹے قدموں کے نشاں تھے دور تک میدان میں

تو اگر کھاتا رہے گا عمر بھر رزق حرام
پختگی ہر گز نہ آئے گی ترے ایمان میں

اہل حق کے بڑھتے قدموں کو جو آکر روک لے
حوصلہ اتنا کہاں باطل صفت سلطان میں

موسم گل آ کے رخصت ہو گیا امسال بھی
پھول کوئی کھل نہ پایا اس دل ویران میں

قلب کا میرے سکوں لب کی ہنسی خوشیوں کے پل
اڑ گئے صادق یہ سارے وقت کے طوفان میں

ہے تخلص میرا صادق بن کے صادق میں جیوں
صدق کا زر ڈال دے یارب مرے دامان میں

محبت کے تیشہ سے اے یار کچھ کر
گرادے یہ نفرت کی دیوار کچھ کر

عبث ہے تری مجھ سے تکرار کچھ کر
مزہ لے رہے ہیں سب اغیار کچھ کر

اجل بالیقیں تیرے سر پہ کھڑی ہے
ذرا کھول آنکھیں ہو بیدار کچھ کر

تری یہ خموشی مجھے کھل رہی ہے
محبت کی باتیں کہ تکرار کچھ کر

دوائیں بہت کیں شفا مل نہ پائی
ترے عشق کا ہوں میں بیمار کچھ کر

یہ پیہم خموشی مناسب نہیں ہے
عداوت حقارت کہ پھر پیار کچھ کر

لگاتار بڑھنے سے مہنگائی صادق
ہوا اب تو جینا بھی دشوار کچھ کر

قارئین کرام سے مؤدبانہ گزارش

گزار ہوں کہ اپنی قیمتی آراء سے

مستفید فرما کر شکریہ کا موقع فراہم

فرمائیں

فقط والسلام

تمت بالخیر

کلام صادق
گلفام صادق ٹھاکردواروی